ایک جواں مرگ گمنام فاضل اجل

رضا حسن خاں علوی کاکوروی

جناب مسعود انور علوی کاکوروی، ایم اے، علیگ :-

صوبۂ اودھ کے کم وبیش تمام قصبات اپنی مردم خیزی میں مشہور رہے ہیں لیکن ان میں کاکوروی کو اپنی علم دوستی، فن پروری، مردم خیزی، تہذیب و شرافت اور وضعداری میں جو امتیاز حاصل رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ دارالسلطنت لکھنؤ سے ۸-۹ میل کے فاصلہ پر لکھنؤ ہردوئی شاہراہ پر واقع اس قصبہ نے ایسے صاحبان فضل وکمال و ارباب ہنر پیدا کیے جن کا نام رہتی دنیا تک تاریخ کے صفحات پر درخشاں و تاباں رہے گا۔ ناصیۂ کاکوری پر ایسے ایسے روشن و تابناک ستارے چمکے جن کی چمک دمک کے اثرات آج بھی دور و نزدیک کے لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہے ہیں۔ اور وہ صاحبانِ قلم و صاحبان سیف بھی ابھرے جن کے فضل وکمال کو دیکھ کر حاسدین بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ سرزمین کاکوری میں صاحبانِ حال درویش صفت و صوفی منش حضرات بھی پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے فیض کیمیائے نظر و صحبت سے گم گشتگان راہ اور سرگشتگان صحرا کو منزل معرفت و حقیقت کی راہ دکھائی۔ خود شناسی و خدا شناسی کا سبق ذہن نشین کرا کر مقصدِ حیات سے انجان و نابلد لوگوں کو عرفان عطا کیا۔ اہل کاکوری نے اپنے فہم و تدبر، سیادت و دانائی کی وجہ سے سلاطین اودھ و فرماں روائے وقت کے دماغوں و قلوب پر بڑی کامیابی سے حکومت کی۔ کرنل سلیمن نے ٹھیک ہی لکھا ہے "کروری (کاکوری) چھوٹا سا قصبہ اپنے علماء و فضلاء کمپنی کی حکومت میں اونچے اونچے عہدوں کو بھرنے کے لیے بجز کلکتہ کے

ہندوستان کی سب جگہوں سے زیادہ ممتاز ہے۔ وہاں کے باشندے اودھ کی دوسری جگہوں کے مقابلہ میں زیادہ امن وسکون سے رہتے ہیں جس کی وجہ وہ عزّت واحترام ہے جو وہاں کی سربرآوردہ شخصیتوں کو انگریزی حکومت اور اودھ کے دربار سے حاصل تھا۔"

(اے جرنی تھرو دی کنگڈم آف اودھ۔ ۲: ۱۰)

تمام مشاہیر کاکوری کے ناموں کا احصا کرنا تو ایک طول عمل ہے، چنانچہ چند مشاہیر وارباب علم وہنر کے نام درج ہیں تاکہ مندرجہ بالا سطور کی تصدیق ہو سکے۔ قاضی القضاۃ نجم الدین علی خاں ثاقب مفتی خلیل الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ، ممتاز العلماء قاضی سعید الدین خاں علوی مولوی مسیح الدین خاں سفیر شاہ اودھ بہ لندن، نواب امیر عاشق علی خاں بہادر علوی سفیر شاہ اودھ، نواب منتظم الملک شیخ جار اللہ علوی وزیر خان ہفت ہزاری، حاجی امین الدین محدث خلیفہ خاص شاہ ابوسعید حسنی رائے بریلوی، نواب امیر حسن خاں بسمل خان بہادر مفتی عنایت احمد صاحب، مجاہد آزادی منشی رسول بخش شہید، مؤرخ اودھ منشی محمد فیض بخش صاحب تاریخ فرح بخش جن کی بدولت حکومت اودھ کی مستند وصحیح تاریخ منصۂ شہود پر آئی، حضرت مخدوم شیخ سعدی کاکوروی، حضرت مخدوم نظام الدین قاری عرف شاہ بھکاری کاکوروی، حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ بانی خانقاہ کاظمیہ کاکوری، ان کے صاحبزادہ حضرت شاہ تراب علی قلندر، بکثرت تصنیفات وتالیفات کے خالق، حضرت ملا ضیاء الدین محدث مدنی، مفتی علیم الدین خاں، ملا محمد زماں، ملا محمد غوث ملک زادہ، حسان الہند محمد محسن کاکوروی منشی نور الحسن نیر مؤلف نور اللغات حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندرؒ، ومولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ وغیرہ۔

یہ تھا قصبہ کاکوری اور ارباب کاکوری کا مختصر سا تعارف۔ افق کاکوری سے ایک ایسا ہلال بھی طلوع ہوا جو بدرِ کامل نہ بن سکا اور اس سے پہلے ہی غروب ہوگیا۔ لیکن اس کے باوجود اس کی تابناکی نے اپنے معاصرین ومتاخرین کی آنکھوں کو خیرہ کردیا اور آج بھی اس کی پھیلائی ہوئی روشنی لوگوں کے لیے مشعل راہ بنی ہوئی ہے۔ یہ شخصیت تھی نواب امیر رضا حسن خاں علوی فخر اسلام کی

جن کے لیے بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ ع

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات   تا ز بزم خاک یک دانائے راز آید بروں

آپ مخدوم زادگان کاکوری میں سے تھے سلسلۂ نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔ نواب امیر رضا حسن خاں ایف اے ایس بی (۱) ابن نواب امیر حسن خاں بسمل (۲) ابن امیر عاشق علی خاں علوی سفیر شاہ اودھ (۳) ابن طفیل خاں فوجدار (۴) ابن شیخ محمد (۵) ابن شیخ غلام نبی (۶) ابن نواب منتظم الملک خان وتر خاں شیخ جار اللہ علوی ہفت ہزاری (۷) ابن ملا عظمت اللہ (۸) ابن ملا عزیز اللہ (۹) ابن ملا عبد الکریم (۱۰) ابن حافظ شہاب الدین (۱۱) ابن حضرت مخدوم نظام الدین قاری قادری المعروف بہ شیخ بھکاری (۱۲) ابن قاری امیر سیف الدین (۱۳) ابن قاری حبیب اللہ نظام الدین المعروف بہ امیر کلاں (۱۴) ابن قاری امیر نصیر الدین دلیل اللہ (۱۵) ابن قاری محمد صدیق المعروف بہ ابو محمد خانی (۱۶) ابن قاری عبید اللہ (۱۷) ابن قاری عبد الصمد (۱۸) ابن قاری امیر شمس الدین خرد معروف بہ قاری محقق جامع جمع الجوامع کبیر در لغت احادیث و تفسیر (۱۹) ابن قاری عبد المجید دربانِ آستانۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۲۰) ابن حاجی حرمین سلطان حسین (۲۱) ابن قاری امیر ابراہیم نبیرۂ و خلیفۂ حضرت سید عبد الرزاقؒ خلف و خلیفۂ حضرت غوث الاعظمؓ (۲۲) ابن قاری سلطان عبد اللطیف (۲۳) ابن قاری امیر عبید اللہ خانی (۲۴) ابن مولانا شمس الدین صابر (۲۵) ابن قاری مجید الدین خانی (۲۶) ابن قاری امیر سلیمان مفسّر (۲۷) ابن مولانا وجیہ الدین احمد (۲۸) ابن قاری محمد (۲۹) ابن قاری احمد (۳۰) ابن حضرت علی (۳۱) حضرت محمد بن الحنفیہؓ (۳۲) ابن امیر المومنین حضرت علیؓ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

پیدائش:۔ ۱۳ ذی قعدہ روز پنجشنبہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۸۳۱ء کو کان پور میں پیدا ہوئے۔ صاحب تذکرۂ علمائے ہند رقم طراز ہیں: "مولوی رضا حسن خاں کاکوروی ابن امیر حسن خاں از مخدوم زادگان کاکوری ست سیزدہم ذیقعدہ یوم پنجشنبہ سال دوازدہ صد چہل و شش

ولادت یافتہ [51]، مولوی رضا حسن کاکوروی امیر حسن خاں کے بیٹے کاکوری کے مخدوم زادگان سے ہیں۔ ۱۳ر ذیقعدہ بروز جمعرات ۱۲۴۶ھ کو پیدا ہوئے۔

حاجی محمد سعید بغدادی نے تاریخ ولادت کے متعدد قطعات لکھے جن میں سے دو درج ہیں:

۱۲۴۶	۱۲۴۶
معدن للخبر قد نہان الوجود	شرف العصر بمولود وفاق

قسام ازل نے پیشانی پر لکھ دیا تھا کہ یہ بچہ کم عمری میں ایک بلند پایہ شاعر و متبحر عالم بن جائے گا من سعد سعد فی بطن امہ کے مصداق کم سنی ہی سے چہرہ سے ذہانت و فطانت، ذکاوت و فراست کی شعاعیں پھوٹی پڑتی تھیں۔

والد ماجد نواب امیر حسن خاں بسمل عربی و فارسی میں بڑی دست رس رکھتے تھے اور فارسی شاعری میں ید طولیٰ رکھتے تھے جن کی تصانیف میں پنج گلین دیوان فارسی اور میزان المعانی مشہور ہیں [52]۔

چار سال کی عمر میں حسب دستور پڑھانے بٹھائے گئے۔ جملہ کتب درسیہ کانپور میں پڑھیں۔ مشاہیر علماء کے روبرو زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

"واشتغل بالعلم علی اساتذۃ عصرہ" [53] اپنے زمانہ کے علماء سے علم حاصل کیا کانپور کے دوران قیام کاکوری آتے جاتے رہے کیونکہ سارا خاندان سوا چند نفوس کے کاکوری ہی میں قیام پذیر تھا۔ والد ماجد نواب امیر حسن خاں کلکتہ میں اپنے والد ماجد امیر عاشق علی خاں سفیر شاہ اودھ بہ کلکتہ کی جائداد و تجارت وغیرہ کی نگہ داشت کے سلسلہ میں مقیم تھے چنانچہ انھوں نے لائق و فائق بیٹے کو اپنے پاس بلا لیا۔ رضا حسن خاں ابھی تعلیم میں منہمک تھے کہ باپ کے بلاوے پر ۲۶ر محرم الحرام ۱۲۶۲ھ

---

۵۱ تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمن علی۔ ص: ۶۳۔

۵۲ تذکرہ مشاہیر کاکوری۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر کاکوروی ؒ۔ ص: ۵۲۔

۵۳ نزہتہ الخواطر ج ۷: ۱۷۸۔

کو کانپور سے کلکتہ روانہ ہو گئے۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۲۶۲ھ کو کلکتہ پہنچے[1] وہاں پہنچ کر بقیہ تعلیم حاصل کی۔ وہاں کے مشہور علماء سے اکتساب علم کیا۔ علوم عربیہ اور جملہ فنون عقلیہ و نقلیہ میں کما حقہا مہارت حاصل کی۔ خداداد ذہانت و فراست اور محنت و لگن کی بنا پر اٹھارہ سال کی عمر میں تفسیر و حدیث فقہ و منطق و علم کلام و ادب کی تحصیل سے فارغ ہو کر والد بزرگوار کے صحیح جانشین بلکہ یوں کہیے ان سے زیادہ قابل اور باعث فخر ہوئے۔

صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں:

وَقَرَأَ فاتحۃ الفراغ ولہ ثمانی عشرۃ سنۃ[2] اٹھارہ سال کی عمر میں فاتحۃ الفراغ پڑھی۔

عربی ادب کی تعلیم سید عبدالرزاق یمنی سے حاصل کی۔ عربی و فارسی نظم و نثر میں یکساں قدرت حاصل تھی۔ اپنے بے پناہ علم کی وجہ سے اس دور کے سن رسیدہ علماء کی نظروں میں ان کی جو عزت و وقعت تھی وہ ان کے معاصرین ہم عمروں میں کسی کو نہ حاصل ہو سکی۔

علمی مقام اور تصانیف علوم درجہ کی تحصیل سے فراغت کے بعد تو ہمہ تن درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہو گئے۔ گو کہ اس سے قبل بھی کافی تصانیف کی تھیں، غرض کہ کم عمری ہی میں اس قدر بیش بہا مصنفات و مؤلفات کر ڈالے جو ان کی اعلیٰ قابلیت عالی دماغی و ذہن رسائی کی آج بھی شہادت دے رہے ہیں۔

صاحب تذکرہ علمائے ہند ان کے بارے میں یوں رطب اللسان ہیں:

"او ذہانت و فطانت وہبی داشت بہ عمر سیزدہ سالگی از تحصیل علوم متعارفہ فراغ یافتہ خصوصاً در انشائے عربی و فارسی نظماً و نثراً گوئے سبقت از اقران ربودہ مشار الیہ اہل کمال گشت مصنفاتش در بنگال مشہور و معروف اند، منجملہ آں

---

[1] لامیۃ الہند و ریحانۃ الزند۔ رضا حسن علوی کاکوروی۔ ص: ۱۱۳

[2] نزہۃ الخواطر۔ سید عبدالحی الحسنی رائے بریلوی۔ ص: ۱۸۸

قصیدہ انموذج الکمال ہموزن قافیہ بردہ در سال دوازدہ صد و شصت و چہار ہجری تصنیف فرمودہ چنانچہ بہ خاتمہ آں می فرماید ؎

تم المدیح فقد ارخت موتمناً
الله ازلل الاعجاز و الختم

و شرح آں بہ دوازدہ صد و شصت و پنج ہجری نوشتہ دراں وقت نوزدہ سالہ بود۔ دیگر مطارح الاذکیا در حل عویصات علوم مختلفہ است وایں ہر دو کتاب بہ نظر مؤلف رسید ندالحق کہ ازآں لیاقت علمی مصنف ظاہر می شود" الخ [1]

وہ (رضا حسن علوی صاحب) خداداد ذہانت و فطانت کے مالک تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں تمام علوم متعارفہ سے فراغت حاصل کی۔ خاص طور پر عربی و فارسی نظم و نثر کی انشاء میں اپنے معاصرین سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اہل کمال اس کی جانب اشارے کرنے لگے۔ بنگال میں ان کی تصنیفات مشہور ہیں۔ ان تصانیف میں قصیدہ انموذج الکمال جو قصیدہ بردہ کا ہم قافیہ ہے ۱۲۶۴ھ میں تصنیف فرمایا۔ چنانچہ اس کے اختتام پر فرماتے ہیں۔ ع

تم المدیح فقد ارخت موتمناً   الله ازلل الاعجاز و الختم

۱۲۶۵ھ (۱۲۶۴) میں جب کہ ان کی عمر ۱۹ سال تھی اس قصیدہ کی شرح لکھی، دوسری تصنیف مطارح الاذکیا ہے جو مختلف علوم کی مشکلات کے حل کے سلسلہ میں ہے۔ مؤلف کی نظر سے یہ دونوں کتابیں گزری ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں سے مصنف کی علمی صلاحیت ظاہر ہوتی ہے"۔

صاحب نزہۃ الخواطر رقمطراز ہیں:

"الشیخ الفاضل رضا حسن بن امیر حسن الکاکوروی احد العلماء المشہورین من ذریۃ الشیخ

---

[1] تذکرہ علمائے ہند۔ مصدر سابق۔ ص:

نظام الدین علوی .... و درس وصنف دون العشرین بالرسائل[۵۱]

شیخ فاضل رضا حسن بن امیر حسن کاکوروی حضرت شیخ نظام الدین علوی کی اولاد میں ایک مشہور عالم تھے .... درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا اور تقریباً ۲۰ تصانیف مرتب کیں وغیرہ، نواب امیر حسن خاں سنبھل کا ۲۷ ماہ رمضان ۱۲۶۳ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۸۴۷ء کو انتقال ہوا[۵۲]

والد ماجد کے انتقال کے وقت بیٹے کلکتہ میں موجود تھے۔ جدائی کا غم بہت ہوا۔ چنانچہ ان کے انتقال کے بعد تصنیف وتالیف کی طرف توجہ شروع کی اور تعلیم کے ساتھ ہی لکھنے لکھانے کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔

...... وصرفت اکثر اوقاتی فی التصنیف فما غادرت الا وانی صاحب اکثر المصنفات العجیبة وما لاکثیر من المولفات الغریبة"[۵۳]

"میں نے اپنا بیشتر وقت مشغلہ تصنیف کی طرف پھیر دیا یہاں تک کہ میں بہت سی عجیب وغریب تصنیفات وتالیفات والا ہو گیا۔"

حاشیۃ شرح تہذیب جلالی، کد القلم فی حل شبہۃ الجذر الاصم صولۃ الضرغام فی دفع مزخرفات الاوہام، غایۃ الارب فی شرح لامیۃ العرب، معاطاۃ الکؤس، کیف الصہباء فی دستور الانشاء بستان الادب فی لطائف العرب، اعجاز القلم والبیان فی جلاء سبحۃ المرجان، جولان القلم فی شرح لامیۃ العجم، نکہۃ الہند والعنبر فی تعصیر سلافۃ العصر، الترشیح المزید فی تفصیح الیزید، وغیرہ[۵۴]

---

۵۱ نزہۃ الخواطر۔ مصدر سابق۔ ج ۷ : ۱۷۷

۵۲ تذکرہ مشاہیر کاکوری " ص: ۵۵۔

۵۳ لامیۃ الہند در رکاز نۃ الزند۔ مصدر سابق ص: ۲۳

۵۴ لامیۃ الہند۔ مصدر سابق۔ ص: ۲۳-۲۲۔ مطبوعہ ۱۲۶۴ھ کلکتہ۔

مندرجہ بالا سبھی نگارشات قلم عربی زبان میں ہیں اور مصنف موصوف کی طالب علمی کے عہد کی کاوشات ہیں۔ ان کے علاوہ بھی دیگر رسائل و حواشی ہیں۔

صاحب تذکرہ مشاہیر کاکوری جو خانقاہ کاظمیہ کاکوری کے بھی سربسجادہ اور ایک مستند مؤرخ ہیں اور جن کی بدولت کاکوری اور ارباب کاکوری کی صحیح و مستند تاریخ منصۂ شہود پر آئی، نیز موصوف کا رضا حسن خاں علوی سے نسبی و روحانی تعلق بھی ہے جس کی وجہ سے بھی ان کا لکھا ہوا ثقہ اور قابل قبول ہے۔

موصوف نے رضا حسن صاحب کی ۲۰ تصانیف کے نام بھی درج کیے ہیں[۱] صاحب نزہۃ الخواطر نے بھی ۲۰ تصانیف لکھنے کے بعد نمونۃً چند نام جو ان کو معلوم ہو سکے بیان کیے ہیں[۲]

چونکہ رضا حسن خاں کا انتقال بھی جواں سالی میں اچانک کلکتہ میں ہوا، اور کوئی وارث از قسم اولاد وغیرہ نہ ہوا اس لیے ان کی اکثر تصانیف کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں گئیں۔ ممکن ہے بلکہ اغلب ہے کہ کلکتہ کی نیشنل لائبریری میں موجود ہوں کیونکہ ان کے انتقال کے بعد ان کی بیشتر کتابیں کلکتہ میں لائبریری کو دے دی گئی تھیں۔

صاحب تذکرہ علمائے ہند کے اس بیان سے بھی اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے۔
مصنفاتش در بنگال مشہور و معروف اند[۳] بنگال میں ان کی تصانیف مشہور و معروف ہیں۔
حسن اتفاق کہ راقم السطور کی نظر سے چند کتابیں گزری ہیں۔

(۱) التحقیقات الدقیقہ حاشیۃ علی حاشیۃ السید الزاہد علی الرسالۃ القطبیۃ۔

(۲) المنظوم فی تحقیق العلم والمعلوم

(۳) حاشیہ شرح تہذیب جلالی

---

[۱] تذکرہ مشاہیر کاکوری حضرت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر کاکوری ص: ۶۹

[۲] نزہۃ الخواطر۔ سید عبدالحی الحسنی ج ۷ ص ۱۸۹-۱۹۰۔ [۳] تذکرہ علمائے ہند مصنفہ رحمان علی ص: ۶۴۔

(۴) حاشیہ صدرا: علامہ صدر الدین شیرازی کی مشہور کتاب ہدایۃ الحکمۃ پر مفید حاشیہ عربی میں لکھا۔

(۵) کد القلم فی حل شبہۃ الجذر الاصم۔ فن ریاضی میں جذر اصم پر بے مثال رسالہ لکھا۔

(۶) صولۃ الضرغام فی دفع مزخرفات الاوہام۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے ایک طالب علم کے کچھ شکوک و شبہات تھے جن کے مدلل و مسکت جوابات موصوف نے دیے ہیں جو ایک عربی رسالہ کی شکل میں مدون ہو گئے۔

(۷) التوضیح المزید فی تفضیح الیزیدیہ۔

(۸) غایۃ الارباب فی شرح لامیۃ العرب۔ عربی ادب میں اپنی نوعیت کی یہ عجیب تصنیف ہے موصوف نے اس کے بارے میں ٹھیک ہی لکھا ہے:

"وما اظن انہ ظہر قبلی فی الہند من یکون لہ مجامیع ادبیۃ بمثل ہذہ الطریقۃ الادبیۃ الخ" مجھے نہیں خیال ہے کہ مجھ سے پہلے ہندوستان میں کسی کے اس انوکھے طریقہ پر ادبی مجموعے ہوں۔

(۹) معاطاۃ الکئوس فی شرح العروس

(۱۰) اعجاز القلم والبیان فی جلاء سبحۃ المرجان

(۱۱) نکہۃ الہند والعنبر فی تعصیر سلافۃ العصر

(۱۲) کیف الصہباء فی دستور الانشاء

(۱۳) اعتراضات علی عجب العجاب

(۱۴) نزہۃ الارواح اعتراضات علی حدیقۃ الافراح لازالۃ الاتراح

(۱۵) جولان القلم فی شرح لامیۃ العجم

(۱۶) اعتراضات علی نفحۃ الیمن: یہ دراصل ان مختلف مدلل و مسکت اعتراضات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے شیخ احمد الیمنی الشروانی جیسی مسلم الثبوت شخصیت کی تالیف نفحۃ الیمن فیما یزول بذکرہ الشجن لگائے تھے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مصنف موصوف کی مہارت علمی اور ذہن رسائی کا معترف ہونا پڑتا ہے۔

(۱۷) بستان الادب فی لطائف العرب: یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں حکایات لطیفہ عجیبہ ہیں۔ جس کے بارے میں خود لکھتے ہیں "کانّہ بستان معمور اوبلد معمور فیہ ملح عجیبہ ومضحکات غریبۃ، گویا کہ وہ پھولوں سے ڈھکا ہوا باغ ہے یا شہر جو کہ آباد ہے اس میں عجیب وغریب ہنسانے والے عجیب وغریب لطیفے ہیں۔

دوسرے باب میں لطائف، اشعار از قسم قصائد وغزلیات وقطعات ورباعیات وغیرہ ہیں۔ تیسرے باب میں دلچسپ وانوکھی حکایات ہیں جنھیں ہندوستانی زبان سے عربی میں منتقل کیا۔ چوتھے باب میں علماء وفصحاء کے دلچسپ حالات اور پانچویں میں متفرقات ہیں۔

(۱۸) مطارح الاذکیا وہدیۃ الاحباء۔ یہ منطق سے متعلق ایک عمدہ رسالہ عربی میں تقریباً ۸۵ صفحات پر مشتمل رمضان ۱۲۶۳ھ میں تحریر کیا۔ یہ بھی دیگر تصانیف کی کلکتہ ہی میں طبع ہوا۔ کلکتہ کے علماء اور ارباب کمال نے اس پر تقاریظ لکھی تھیں جن سے مصنف مذکور کی عبقریت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس رسالہ کو انھوں نے چند گھنٹوں میں لکھ ڈالا۔

چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔ "....... وسمیتُھا بمطارح الاذکیاء ولقبتُھا بھدیۃ الاحیاء، وذلک فی جلستین، من یومین مع قلۃ الفرصۃ وکثرۃ المشاغل" الخ۔

میں نے اس رسالہ کو مطارح الاذکیاء کے نام سے موسوم اور ہدیۃ الاحباء کے نام سے ملقب کیا۔ فرصت کی کمی اور مشاغل کی زیادتی کے باوجود دوروز میں، دو جلسوں میں بیٹھ کر لکھ ڈالا" الخ

(۱۹) قصیدہ انموذج الکمال: یہ قصیدہ بردہ کے وزن وقافیہ پر ۱۲۶۴ھ میں لکھا پھر ۱۲۶۵ھ میں بعمر ۱۹ سال اس قصیدہ کی سلیس وسادہ عربی میں شرح لکھی۔ فن ادب میں ایک لاجواب تصنیف ہے صاحب تذکرہ علمائے ہند لکھتے ہیں:

"وشرح آں (قصیدہ انموذج الکمال) بہ دوازدہ صد وشصت وپنج ہجری نوشتہ دراں وقت نوزدہ سالہ بود۔[۵۱] ۱۲۶۵ھ میں بعمر ۱۹ سال قصیدہ انموذج الکمال کی شرح لکھی۔

---

[۵۱] تذکرہ علماء ہند۔ مصدر سابق۔ ص: ۶۴۔

(۲۰) **قصیدہ لامیۃ الہند وریحانۃ الزند** :- یہ قصیدہ بھی عربی زبان پران کی قدرت کی کامل دلیل ہے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ یہ ۱۱۶ اشعار کا طویل قصیدہ صفر ۱۲۶۴ھ میں صرف ایک شب میں کہہ ڈالا۔ ان کے پیش روؤں میں کسی نے بھی اس سے زیادہ اشعار کا لامیہ قصیدہ نہ لکھا۔ اس قصیدہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نہ تو اس میں تکرار قوافی ہے اور نہ ابتذال مضمون۔ حسب ضرورت ہر شعر کی شرح بھی کی ہے۔ دو تقاریظیں بھی علمائے کلکتہ نے لکھی ہیں۔

موصوف کے پیش روؤں میں مقری کا قصیدہ ہے جو ۹۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ صلاح الدین صفدی کا ۶۰ اشعار کا، غلام علی آزاد بلگرامی کا ۵۰ اشعار کا، عاملی کا قصیدہ ۳۷ اشعار کا حمصی کا ۵۹ اشعار کا، اور ابن وردی کا ۸۰ اشعار کا ہے۔

یہ قصیدہ شروع صفر ۱۲۶۴ھ میں کہا اور اخیر صفر ۱۲۶۴ھ میں کلکتہ ہی میں طبع ہوا۔

اس کی ابتداء میں تحریر فرماتے ہیں۔ طرز تحریر ملاحظہ ہو۔

"هذه قصيدة المعروفة بلامية الهند والموصوفة بريحانة الزند، قد صاغها العبد الافقر، الضارع الاحقر، اضعف خلق الله في الزمن، العاصي الخاطي رضا حسن[51] ..... یہ مشہور و معروف قصیدہ جو لامیۃ الہند وریحانۃ الزند کے نام سے موصوف ہے۔ حقیر فقیر گناہ گار خطا کار رضا حسن نے کہا ہے۔

یہ تھا اس گمنام فاضل اجل کی تصانیف کا مختصر جائزہ۔

بیعت سلسلہ قادریہ میں خانقاہ کاظمیہ کاکوری کے مشہور صوفی و صاحب تصانیف بزرگ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ (م ۱۲۷۵ھ) سے تھی[52] پیر و مرشد کی بارگاہ میں بڑے مقبول اور راسخ العقیدہ و سچے تھے۔

تحریر بہت پاکیزہ اور بے پناہ حسین تھی۔ نسخ و نستعلیق دونوں میں مہارت حاصل تھی۔

---

۵۱ لامیۃ الہند، مصدر سابق ص: ۳

۵۲ تذکرہ مشاہیر کاکوری۔ ص: ۱۷۰۔

خانقاہ کاظمیہ میں موجود مسطارح الاذکیا اور لامیۃ الہند کے نسخوں پر ان کی خود نوشت تحریریں جو انھوں نے اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں نذر کرتے ہوئے لکھی تھیں۔ ان کی خوش خطی اور عقیدت و نیازمندی کی بڑی واضح نشانی ہیں۔

اس جواں مرد کی کیا کیا صلاحیتیں بیان کی جائیں۔

چوں سخن در وصفِ ایں حالت رسید ہم قلم بشکست وہم کاغذ درید

عم مکرم مولوی معین الدین حسن صاحب علوی جو رضا حسن خاں صاحب کے ہمشیرہ زادگان میں سے ہیں ان کے دیگر حالات و واقعات کے ساتھ ہی ایک روز یہ بھی مجھ سے بیان کیا تھا کہ وہ عشق جیسی نعمت عظمیٰ سے بھی سرفراز ہوئے تھے۔ بعد میں ان کے وصیت نامہ سے اس بات کی توثیق ہوگئی۔

شاعری :۔ قتیل عشق ہونے کی وجہ سے ان کے فارسی وعربی کلام میں بے پناہ سوز وگداز اور درد موجود ہے۔ رضا تخلص تھا۔ عربی شاعری کی بہترین مثال قصیدہ لامیۃ الہند، انموذج الکمال ہیں۔

نمونہ اشعار ملاحظہ ہوں:۔

الفقر فی القصر کالغفران فی الزلل	والعجز العز کالکتمان للخلل
اصبر علی مہلکات الدھر مو تلفا	فالصبر افضل الا تیان بالجذل
لا تغترن علی ما جاء من نشط	ان النشاط بہا یاتی علی الدخل
والقلب منکدر اسفا علی عتو	والعین باکیۃ للفقر والاثل
کیف السبیل الیھا قد احاط بھا	اسد المعارک ابطال بنو ثعل
وحولھا قد غدت مسکونۃ معھا	بیض وسمر وسھم الا عین النجل
ر أیتھا بغتۃ واللیل فی ظلم	والحرس فی کسل والناس فی شغل
جئت من ورد ھا القانی وقلت لھا	قد احضر اللیل من لا خاف بالقتل
فقالت اذھب ثانی لست اسمعہ	ولست اخشی من الاکدار والملل

فقلت انی ممن ساقه القدر الیک مبتغیا من رضک الخضل

والد ماجد سے ۲۷ رمضان ۱۲۶۳ھ کو جدائی ہو گئی۔ لائق و فائق بیٹے پر باپ کی جدائی سخت شاق گذری چنانچہ اندرونی جذبات و احساسات کی ترجمانی اس طرح کی۔

یاللا عزة سار وانی التبا شیر فاسود یومی کا حداق الیعافیر
نحن الجسوم هم الارواح فارتحلوا وخلفوانا کامثال التصاویر
من لی بابراء امراض زمنت بها راح الطبیب المداوی بالتدابیر
الدهر مدید العدوان حیث طوی بساط عافیتی طی الطوامیر
لا یحمل الصخر نارا تلک فی کبدی فکیف یحملها سلک الاساطیر

فارسی کلام کا نمونہ بھی پیش ہے:

رضا از تصاریف ہمت بر آنم کہ نقل سخن را بہ اخوان فرستم
ز جوشیکہ از لجہ ام کف فگن شد بہ ریش قلمہا نمک داں فرستم
بہ نفحات انفاس غمدیدۂ خود نسیمے بمرغ گلستاں فرستم
ز عطر لطیف عبیر خودم باز غزالی بناف غزالاں فرستم
اشارات زائیدہ فکر خود را ز حکمت بہ ابنائے یوناں فرستم
ز مہتابئ طبع وقاد ذہنم ضیائے بہ خورشید تاباں فرستم
رموز اشارات نفحات خود را بہ افکار ابکار لقماں فرستم
تماشائے ازہار سربستہ خود بہ جادو بیانان عدناں فرستم
بہ انوار خورشید رخشان فکرم چراغ بگور غریباں فرستم
ز دریائے عماں فکر لطیفم بہ ملک عرب عقد مرجاں فرستم

وفات: افسوس کہ ان کی عمر نے وفا نہ کی اور عین عالم شباب میں تقریباً ۱۹ سال ۵ ماہ کی عمر میں یہ آفتاب علم و ہنر بمقام کلکتہ بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر بروز دوشنبہ ۱۲۶۶ھ مطابق

۴ مارچ ۱۸۵۰ء کو بوقت مغرب غروب ہوگیا وہیں تدفین ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں — ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

نواب امیر حسن خاں سنبھل کے ایک صاحبزادہ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحب زادہ اس طرح ناکتخدا فوت ہوئے۔ بیٹیوں سے اولادیں ہوئیں جو موجود ہیں

رضا حسن خاں علوی ان خوش نصیب لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت حق تعالیٰ نے اپنی معیت سے سرفراز ہونے کے وقت کی بہت پہلے ہی بشارت دے دی تھی۔

ان کے انتقال سے کچھ ہی پہلے کی ان کی خود نوشت تحریر بطور وصیت نامہ ملی تھی جو ان کے ہمشیر زادگان میں سے ایک صاحب کے پاس محفوظ رہ گئی۔ ہدیۂ قارئین کر رہا ہوں ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ کس درجہ درد انگیز والم آمیز ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امابعد فان الحیوۃ والموت مستویان لاسیما عند العاقل الفطن الخبیر الماہر ومن المشاہدات بالامور الباطنۃ ان فناء البدن غیر مستلزم لفناء الروح والاصل فی وجود الانسان ہو الروح لا البدن فانی موجود مشیراً الی وجودی وما وجودی الا الروح فقط وانما البدن قفسۃ خبیثۃ والروح دایمۃ باقیۃ ناظرۃ حاضرۃ شاہدۃ اذا ثبت ھذا فاعلم انی لا ابالی بالموت بوجہ من الوجوہ ؎

مرگ اگر مرد است گو پیش من آئے — تا در آغوشش بگیرم تنگ تنگ
من زوے عمرے ستانم جاوداں — او زمن دلقے ستاند رنگ رنگ

واللہ شہید علی ما قلت واقول انی متبرء کمال التبری عن حیاتی فانی لا اجد فی وجودی الخارجی الا خسران الدنیا والآخرۃ وذلک ہو الخسران المبین وکنت انا

لہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نفحات النعیم فی تحقیق اولاد ملا عبد الکریم۔ مولوی سمی علی علوی کاکوروی۔

فی هذا القالب العنصری مدة تسعة عشر سنة و خمسة اشهر اوازید لاغیر والآن انی ارید الطیران الی الملاء الاعلیٰ فانی قد ضاقت علی الارض بمارحبت فاستغفر لی ایّها الاخ فانی مستغفر وتائب الی الله الغفار عن المعاصی الکبیرة و الصغیرة مما فعلت او قلت او کنت باعثاً له توبة راجعة بالقلب صادقة موافقة باللسان وانی اشهد اولاً و اومن بالله عزوجل واحدا لا کوحدتنا قادرا لا کقدرتنا سمیع لا کسمعنا بصیر لا کبصرنا عالم لا کعلمنا وعلی هذا القیاس الی منتهی الصفات واشهد ان لا اله الا الله وایضاً اشهد واومن شهادة صادقة و ایمانا کاملا ------ بان محمد بن عبد الله صلی الله علیه القرشی الهاشمی رسوله المقبول وحبیبه الطاهر وهو صفی الله ورسول الله حقا بلا ارتیاب وکذا اشهد و اومن بقبولیة جمیع اهل البیت الکبار والصحابة الاخیار رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین وانی اقول بعد التوبة والاستغفار آمنت بالله وملٰئکته وکتبه ورسله ایمانا صادقا کاملا والله تعالیٰ عالم الخفیات الاسرار وبعد هذا فوصیتی الاولی البلیغ یا اخی ان یجهز فی تجهیزا وتکفنی تکفیناً لطیفاً بالثیاب الثمینة ثم تصلی علیّ ثم تضعنی فی القبر بالموضع الذی وصیتا به الحافظ ثم تعمل لی فاتحة فی کل خمیس بتلاوة القرآن واستماع الحانی المعرفة علی ما هو المستور فانی مشتاق کثیراً الی سماع السماع وبعد هذا فاکتب علی القبرین کلیهما علی قبر المراین العبارات الآتیة بالصدور مع التسمیة -

یا قبر قبر هل زالت محاسنها | ام زال منك ضیاء النظر والبصر
یا قبر یا قبر ما انت لی روض ولا فلك | فکیف الجمع فیك العصر والقمر
ما کنت احب قبل وقتك ما تری | ان اللحود منازل الاقمار

توفیت صاحبة هذا القبر فی ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ من الهجرة یوم الخمیس وهی

شایۃ مومنۃ مسلمۃ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ثم یکتب علی قبری ؎

دہ کہ ہر گاہ سبزہ در بستاں بدمیدے چہ خوش شدے دل من
بگذرائے دوست ما بہ فصل بہار سبزہ بینی دمیدہ از گل من

آہ من العشق و حالاتہ احرق قلبی بحرارتہ

الفقیر العاصی المہجور الراجی الی رحمۃ اللہ القوی رضا حسن العلوی الہاشمی غفر اللہ لہ۔ کلکتہ ۱۲۶۶ھ النبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

مندرجہ بالا وصیت نامہ سے عم مکرم قبلہ کی بات کی تصدیق و توثیق ہوتی ہے لیکن اس دولت کی تفصیلات نہ معلوم ہوسکیں اور اگر ہوتیں بھی تو کیسے لکھی جاتیں۔

قلم بشکن سیاہی ریز و کاغذ سوز و دم درکش حسن ایں قصۂ عشق ست در دفتر نمی گنجد

ع اہالیان کاکوری میں سے ایک نوجوان صاحب دل کا حال جو بلا شبہ المعی کہے جانے کا مستحق ہے ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

مراجع: (۱) نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر۔ سید عبد الحی الحسنی۔ الجزء السابع۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ۔ حیدر آباد۔ (۲) مرآۃ الاعلام فی ماثر الکرام۔ (تذکرہ مشاہیر کاکوری) حضرت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر کاکوروی ۱۳۴۵ھ لکھنؤ۔ (۳) سخنوران کاکوری حکیم نثار احمد علوی کاکوروی مطبوعہ کراچی۔

(۴) تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمٰن علی۔ نول کشور پریس لکھنؤ۔

(۵) لمعات النسیم فی تحقیق احوال عبد الکریم۔ مولوی سمی علی علوی کاکوروی۔ اشاعۃ العلوم فرنگی محل لکھنؤ ۱۹۳۷ء

(۶) قصیدہ لامیۃ الہند: مولوی رضا حسن خاں علوی کاکوروی ۱۲۶۴ھ کلکتہ۔ ریحانۃ الزند۔

(۷) مطارح الاذکیا و ہدیۃ الاحباء " " " " " " ۱۲۶۳ھ دار الامارۃ۔ کلکتہ۔

(۸) کشف المتواری فی حال نظام الدین القاری۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر کاکوروی۔